اثباتِ چاند کے طریقے

طرق اثبات الہلال

۱۳۲۰ھ

تصنیف لطیف:۔

قدس سرہ العزیز
اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی

ALAHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

طرق اثبات الهلال

۱۳۲۰ھ

(اثبات چاند کے طریقے)

تصنیفِ لطیف: اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا خاں بریلوی

پیش کش:

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

برائے:

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ:۔

از بڑودہ گجرات باڑہ نواب صاحب مرسلہ نواب سید معین الدین حسن خان بہادر ۲۵ محرم الحرام ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رویت ہلال شریعت میں کس طرح ثابت ہوتی ہے؟ بحوالہ کتب مع ترجمہ اردو جواب عطا ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا والصلوٰۃ والسلام علی من صار الدین بطلوع ھلا لہ بدرا منیرا وعلیٰ الہ وصحبہ الکاملین نورا والمکملین تنویرا.

سب تعریفات اللہ کے لیے جس نے شمس کو ضیاء اور قمر کو نور بنایا، صلوٰۃ والسلام اس ذات اقدس پر جس کی آمد سے دین اسلام تمام ادیان میں بدر منیر بن گیا، آپ کے آل واصحاب پر جو نور کے اعتبار سے کامل اور تنویر کے اعتبار سے مکمل ہیں۔

ثبوت رویت ہلال کے لیے شرع میں سات طریقے ہیں:

طریق اول:

خود شہادت رؤیت یعنی چاند دیکھنے والے کی گواہی ہلال رمضان مبارک کے لیے ایک ہی مسلمان عاقل ، بالغ غیر فاسق کا مجرد بیان کافی ہے کہ میں نے اس رمضان شریف کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اگر چہ کنیز ہو اگر چہ مستور الحال ہو، جس کی عدالت باطنی معلوم نہیں، ظاہر حال پابند شرع ہے اگر چہ اس کا بیان مجلس قضاء میں نہ ہو، اگر چہ گواہی دیتا ہوں نہ کہے، نہ دیکھنے کی کیفیت بیان کرے کہ کہاں سے دیکھا، کدھر کو تھا، کتنا اونچا تھا وغیر ذلک ۔ یہ اس صورت میں ہے کہ ۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہ ہو، چاند کی جگہ ابر یا غبار ہو، اور بحال صفائی مطلع اگر ویسا ایک شخص جنگل سے آیا یا بلند مکان پر تھا تو بھی ایک ہی کا بیان کافی ہو جائے گا، ورنہ دیکھیں گے کہ وہاں کے مسلمان چاند دیکھنے میں کوشش رکھتے ہیں، بکثرت لوگ متوجہ ہوتے ہیں یا کاہل ہیں دیکھنے کی پرواہ نہیں، بے پروائی کی صورت میں کم سے کم دو درکار ہوں گے اگر چہ مستور الحال ہوں، ورنہ ایک جماعت عظیم چاہیے کہ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرے جس کے بیان سے خوب غلبہ ظن ہو جائے کہ ضرور چاند ہوا اگر چہ غلام یا کھلے فساق ہوں، اور اگر کثرت حد تواتر کو پہنچ جائے کہ عقل اتنے شخصوں کا غلط خبر پر اتفاق محال جانے تو ایسی خبر

مسلم وکافرسب کی مقبول ہے۔ باقی گیارہ ہلالوں کے واسطے مطلقاً ہر حال میں ضرور ہے کہ دو مرد عادل یا ایک مرد دو عورتیں عادل آزاد جن کا ظاہری وباطنی حال تحقیق ہو کہ پابند شرع ہیں، قاضی شرع کے حضور بلفظ اشھد گواہی دیں یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس مہینے کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور جہاں قاضی شرع نہ ہوں تو مفتی اسلام اس کا قائم مقام ہے جبکہ تمام اہل شہر سے علم فقہ میں زائد ہو اس کے حضور گواہی دیں اور اگر کہیں قاضی ومفتی کوئی نہ ہو تو مجبوری کو مسلمانوں کے سامنے ایسے عادل دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کا بیان بے لفظ اشھد بھی کافی سمجھا جائے گا، ان گیارہ ہلالوں میں ہمیشہ یہی حکم ہے مگر عیدین میں اگر مطلع صاف ہو اور مسلمان رؤیت ہلال میں کاہلی نہ کرتے ہوں اور دو گواہ بلندی یا جنگل سے نہ آئے ہوں تو اس صورت میں وہی جماعت عظیم درکار ہے، اسی طرح جہاں اور کسی چاند مثلاً ہلال محرم کا عام مسلمان پورا اہتمام کرتے ہوں تو بحالت صفائی مطلع جبکہ شاہدین جنگل یا بلندی سے نہ آئیں ظاہراً جماعت عظیم ہی چاہیے کہ جس وجہ سے اس کا ایجاب رمضان وعیدین میں کیا گیا تھا یہاں بھی حاصل ہے۔ درمختار میں ہے:

قیل بلا دعوی وبلا لفظ اشھد وحکم ومجلس قضاء للصوم مع علة کغیم و غبار، خبر عدل اومستور لا فاسق اتفاقا ولو قنا او انثی بین کیفیة الرؤیة اولا، علی المذھب ' وشرط للفطر مع العلة العدالة ونصاب الشھادة ولفظ اشھد ولو کانوا ببلدة لا حاکم فیھا، صاموا بقول ثقة وافطر و اباخبار عدلین مع العلة للضرورة 'وقیل بلا علة جمع عظیم یقع غلبة الظن بخبرھم وعن الامام ' یکتفی بشاھدین واختارہ فی البحر وصحح فی الاقضیة الاکتفاء بواحد 'ان جاء من خارج البلد ' اوکان علی مکان مرتفع واختارہ ظھیر الدین ' وھلال الاضحی وبقیة الاشھر التسعة کالفطر علی المذھب (درمختار، کتاب الصوم، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۱۴۸-۱۴۹) اھ مختصرا.

ابر وغبار کی حالت میں ہلال رمضان کے لیے ایک عادل یا مستور الحال کی خبر کافی ہے اگرچہ غلام یا عورت ہو رؤیت کی کیفیت بیان کرے خواہ نہ کرے دعوی یا لفظ اشھد یا حکم یا مجلس قاضی کسی کی شرط نہیں مگر فاسق کا بیان بالاتفاق مردود ہے اور کے لیے بحال ناصافی مطلع عدالت کے ساتھ دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی بلفظ اشھد ضرور ہے اور اگر ایسے شہر میں ہوں جہاں کوئی حاکم اسلام نہیں تو بوجہ ضرورت بحال ابر وغبار ایک ثقہ شخص کے بیان پر روزہ رکھیں اور دو عادلوں کی خبر پر عید کرلیں' اور جب ابر وغبار نہ ہو تو ایسی بڑی جماعت کی خبر

مقبول ہوگی جس سے ظن غالب حاصل ہوجائے اور امام سے مروی ہوا کہ دو گواہ کافی ہیں اور اسی کو بحر الرائق میں اختیار کیا' اور کتاب الاقضیہ میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ ایک بھی کافی ہے اگر جنگل سے آئے یا بلند مکان پر تھا اور اسی کو امام ظہیر والدین نے اختیار فرمایا اور ذی الحجہ اور باقی نو مہینوں کے چاند کا وہی حکم ہے جو ہلال عید الفطر کا۔ اھ مختصراً

ردالمحتار میں ہے:

شـرط القبول عند عدم علة فی السماء لهلال الصوم او الفطر الخبار جمع عظيم لان التفرد من بين الجم الغفير با لرؤية مع توجههم طالبين لما توجه هـو اليـه مـع فـرض عـدم الـمـانـع ظـاهـر فی غلطه 'بحر' ولا يشترط فيهم الـعـدالة 'امـداد ولا الـحرية قهستانی (ردالمحتار، کتاب الصوم، مصطفے البابی مصر، ۲/ ۱۰۰) **قـولـه واختـاره فـی البحر حيث قال ينبغی العمل علی هذه الرواية فی زمـانـنـا لان الـنـاس تـكـاسلت عـن تـرائی الاهلة فانتفی قولهم مع توجههم طـالبين وظاهر الولوالجية والظهيرية يدل علی ان ظاهر الرواية هو اشتراط الـعدد والعدد يصدق باثنين اه وفی زماننا مشاهد من تكاسل الناس فليس فـی شهـادة الاثـنـين تـفـرد مـن بيـن الجم الغفير حتی يظهر غلط الشاهد' فـانتـفـت عـلة ظـاهـر الـروية فتعين الافتاء بالرواية الاخری** (ردالمحتار، کتاب الصوم، مصطفے البابی مصر، ۲/ ۱۰۱) **وفـی كـافی الحاكم الذی هو جمع كلام محمد فـی كتبـه ظـاهـر الـرواية وتقبل الشهادة المسلم والمسلمة عد لا كان او غيـر عـدل بـعـد ان يشهـدانـه رای خارج المصر اوانه رأه فی المصر وفی الـمـصـر عـلة تـمـنـع العامة من التساوی فی رؤيته اه ولا منافاة بينهما لان اشتـراط الـجمع العظيم اذا كان الشا هد من المصر فی مكان غير مرتفع ' فـالثا نية مـقيـدة لا طلاق الاولی بدليل ان الاولی علل فيها ردشهادة بان التـفرد ظاهر فی الغلط وعلی ما فی الثانية لم توجد علة الرد ولهذا قال فی الـمحيط فلا يكون تفرده بالرؤية خلاف الظاهر** (ردالمحتار، کتاب الصوم، مصطفے البابی مصر، ۲/ ۱۰۱) **الخ قوله وبقية الاشهر التسعة لا يقبل فيها الاشهادة رجلين**

اورجل وامرأتین عدول احرار غیر محدودین کما فی سائر الاحکام ' بحرعن شرح مختصر الطحاوی للامام الاسبیجابی والظھرانه فی الا ھلة التسعة لا فرق بین الغیم والصحو فی قبول الرجلین لفقد العلة الموجبة لا شتراط الجمع الکثیر وھی توجه الکل طالبین ویؤیده قوله کما فی سائرا لاحکام (ردالمحتار، کتاب الصوم، مصطفےٰ البابی مصر،۲/۱۰۳) **اھ ملتقطا.**

جب آسمان صاف ہو تو ہلال روزہ وعید کے قبول کو جماعت عظیم کی خبر شرط ہے اس لیے کہ بڑی جماعت کہ وہ بھی چاند دیکھنے میں مصروف تھی اس میں صرف دو ایک شخص کو نظر آنا حالانکہ مطلع صاف ہے ان دو ایک کی خطا میں ظاہر ہے، ایسا ہی بحر الرائق میں ہے اور جماعت عظیم میں عدالت شرط نہیں، ایسا ہی امداد الفتاح میں ہے، نہ آزادی شرط ہے ایسا ہی قہستانی میں ہے، اور بحر الرائق میں فرمایا کہ جب لوگ چاند دیکھنے میں کاہلی کریں تو اس روایت پر عمل چاہیے کہ دو گواہ کافی ہیں کہ اب یہ وجہ نہ رہی " کہ سب چاند دیکھنے میں مصروف تھے اور مطلع صاف تھا تو فقط انہی دو کو نظر آنا" بعید از قیاس ہے، اور ولوالجیہ وظہیریہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ظاہر الراویۃ میں صرف تعداد گواہان کی شرط ہے اور تعدد دو سے بھی ہو گیا انتہی اور ہمارے زمانے میں لوگوں کا کسل آنکھوں دیکھا ہے تو دو کی گواہی کو یہ نہ کہیں گے کہ جمہور کے خلاف انہی کو کیسے نظر آ گیا جس سے گواہ کی غلطی ظاہر ہو تو ظاہر الروایۃ کی وجہ نہ رہی تو اس دوسری روایت پر فتوی دینا لازم ہوا اور کافی حاکم جس میں امام محمد کا تمام کلام کتب ظاہر الروایۃ کا جمع فرما دیا ہے یوں ہے کہ رمضان میں ایک مسلمان مرد یا عورت عادل یا مستور الحال کی گواہی مقبول ہے جبکہ یہ گواہی دے کہ اس نے جنگل میں دیکھا یا شہر میں دیکھا اور کوئی سبب ایسا تھا جس کے باعث اوروں کو نظر نہ آیا انہی اور ان دونوں روایتوں میں منافات نہیں اس لیے کہ جماعت عظیم کی شرط وہاں ہے کہ گواہ شہر میں غیر مکان بلند پر ہو تو یہ پچھلی روایت اس پہلی کے اطلاق کی قید بتاتی ہے اور اس پر دلیل یہ کہ پہلی میں ایک کی گواہی نہ ماننے کی وجہ یہ فرمائی تھی کہ تنہا اس کا دیکھنا غلطی میں ظاہر ہے اور اس پچھلی صورت یعنی جبکہ وہ جنگل یا بلند مکان پر تھا وہ رد کی وجہ نہ پائی گئی اس لیے محیط میں فرمایا کہ اس حالت میں تنہا اس کا دیکھنا خلاف ظاہر نہ ہوگا الخ اور باقی نو مہینوں میں مقبول نہ ہوگی مگر گواہی دو مرد یا ایک

مردوعورتوں عادل آزاد کی جن پر حد قذف نہ لگ چکی ہو جیسے باقی تمام معاملات میں۔ اسی طرح بحرالرائق میں امام اسبیجابی کی شرح مختصر طحاوی سے ہے اور ظاہر یہ کہ ان نو چاندوں میں صفائی اور عدم صفائی مطلع کا کوئی فرق نہیں ہر حال میں دو کی گواہی قبول ہو گی کہ وہ وجہ جو وہاں شرط جماعت عظیم کی باعث تھی کہ سب ہلال کو تلاش کرتے ہیں یہاں موجود نہیں کہ ان نو مہینوں کا چاند عام لوگ تلاش نہیں کرتے ہیں' اور اس کی تائید کرتا ہے امام اسبیجابی کا وہ فرمانا کہ ان میں وہ درکار ہے جو باقی تمام معاملات میں۔ اھ ملتقطا

حدیقہ ندیہ میں ہے:

اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور موکلة الی العلماء ویلزم الامة الرجوع الیھم ویصیرون ولاة فاذاعسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم ۔(الحدیقة الندیة، النوع الثالث من انواع العلوم الثلاثة، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ۱/۳۵۱)

جب زمانہ ایسے سلطان سے خالی ہو جو معاملات شرعیہ میں کفایت کر سکے تو شرعی سب کام علماء کو سپرد ہوں گے اور مسلمانوں پر لازم ہو گا کہ اپنے ہر معاملہ شرعیہ میں ان کی طرف رجوع کریں وہ علماء ہی قاضی و حاکم سمجھے جائیں گے، پھر اگر سب مسلمانوں کا ایک عالم پر اتفاق مشکل ہو تو ہر ضلع کے لوگ اپنے علماء کا اتباع کریں، اگر ضلع میں عالم کثیر ہوں تو جو سب میں زیادہ احکام شریعت کا علم رکھتا ہے اس کی پیروی ہو گی، اور اگر علم میں برابر ہوں تو ان میں قرعہ ڈالیں۔

طریق دوم:

شہادة علی الشہادة یعنی گواہوں نے چاند خود نہ دیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے ان کے سامنے گواہی دی اور اپنی گواہی پر انھیں گواہ کیا، انھوں نے اس گواہی کی گواہی دی، یہ وہاں ہے کہ گواہاں اصل حاضری سے معذور ہوں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ گواہ اصل گواہ سے کہے میری اس گواہی پر گواہ ہو جا کہ میں گواہی دیتا ہوں میں نے ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا۔ گواہان فرع یہاں آکر یوں شہادت دیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں مذکور نے ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلان دن کی شام کو دیکھا اور فلاں بن فلاں مذکور نے مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہو جا، پھر اصل شہادت رؤیت میں

اختلاف احوال کے ساتھ جو احکام گزرے ان کا لحاظ ضرور ہے، مثلاً ماہ رمضان میں مطلع صاف تھا تو صرف ایک کی گواہی مسموع نہ ہونی چاہیے جب تک جنگل یا بلند مکان پر دیکھنا بیان کرے ورنہ ایک کی شہادت اوراس کی شہادت پر بھی صرف ایک ہی شاہد اگرچہ کنیز مستورۃ الحال ہو بس ہے، اور باقی مہینوں میں یہ تو ہمیشہ ضرور ہے کہ ہر گواہ کی گواہی پر دو مرد یا ایک مرد دو عورت عادل گواہ ہوں اگرچہ یہی دو مردان دو اصل میں ہر ایک کے شاہد ہوں' مثلاً جہاں عیدین میں صرف دو عادلوں کی گواہی مقبول ہے زید وعمرو دو عادلوں نے چاند دیکھا اور ہر ایک نے اپنی شہادت پر بکر وخالد دو مرد عادل کو گواہ کر دیا کہ یہاں آ کر بکر اور خالد ہر ایک نے زید وعمرو دونوں کی گواہی پر گواہی دی کافی ہے یہ ضرور نہیں کہ ہر گواہ کے جدا جدا دو گواہ ہوں، اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک اصل آ کر خود گواہی دے اور دوسرا گواہ اپنی گواہی پر دو گواہ جداگانہ کر بھیجے، ہاں یہ جائز نہیں کہ ایک گواہ اصل کے دو گواہ ہوں اور انھیں دونوں میں سے ایک خود اپنی شہادت ذاتی بھی دے۔ درمختار میں ہے:

الشهادة على الشهادة مقبولة وان كثرت استحسانا في كل حق،على الصحيح الا في حدوقود بشرط تعذد حضور الاصل بمرض اوسفر واكتفى الثاني بغيبته بحيث يتعذر ان يبيت باهله واستحسنه غيرواحد' وفي القهستاني والسراجية وعليه الفتوى واقره المنصف اوكون المرأة مخدرة لا تخالط الرجال وان خرجت لحاجة وحمام' قنية' عند الشهادة عند القاضي قيد للكل 'وبشرط شهادة عدد نصاب ولو رجلاوامرأتين عن كل اصل ' ولوامرأة ' لا تغاير فرعي هذا وذاك' وكيفيتها عن ان يقول الاصل مخاطبا للفرع ولوابنه 'بحر' شهد على شهادتي اني اشهد بكذا ويقول الفرع اشهدان فلا نا اشهدني على شهادته بكذا وقال لي اشهد على شهادتي بذٰلك (درمختار، باب الشہادت علی الشہادت، مطبع مجتبائی دہلی، ۲/۱۰۰)

۱۰۱ مختصراً.

گواہی مقبول ہے اگرچہ یکے بعد دیگرے کتنے ہی درجے تک پہنچے (مثلاً گواہان اصل نے زید وعمرو کو گواہ بنایا انہوں نے اپنی اس شہادت علی الشہادت پر بکر وخالد کو گواہ کر دیا خالد نے اپنی اس شہادت علی الشہادت پر سعید وحمید کو شاہد بنالیا وعلی ہذا القیاس) اور مذہب صحیح پر یہ امر حدود وقصاص کے ہر حق میں جائز ہے اس شرط سے کہ جس وقت قاضی کے حضور ادائے شہادت ہوئی اس وقت وہاں اصل گواہ کا آنا مرض یا سفر زن پردہ نشین ہونے کے باعث

متعذر ہوا اور امام ابی یوسف کے نزدیک تین منزل دور ہونا ضرور نہیں بلکہ اتنی دوری کافی ہے کہ گواہی دے کر رات کو اپنے گھر نہ پہنچ سکے بکثرت مشائخ نے اسی قول کو پسند کیا اور قہستانی وسراجیہ میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے۔ مصنف نے اسے مسلم رکھا اور عورت کی پردہ نشینی یہ کہ مردوں کے مجمع سے بچتی ہو اگرچہ اپنی کسی ضرورت کے لئے باہر نکلے یا حمام جائے' ایسا ہی قنیہ میں ہے۔ اور یہ بھی شرط کہ ہر اصل گواہ اگرچہ عورت کی گواہی پر پورا نصاب شہادۃ ہو یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں گواہی دیں، ہاں یہ ضرور نہیں کہ ہر گواہ اصل کے دو دو جدا گانہ گواہوں اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ گواہ اصل گواہ فرع سے اگرچہ وہ اس کا بیٹا ہو خطاب کر کے کہے تو میری اس گواہی پر گواہ ہو جا کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں اور گواہ فرع یوں ادائے شہادت کرے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں نے مجھے اپنی گواہی پر گواہ کیا اور مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہو جا۔ اھ مختصراً

اسی کے بیان ہلال رمضان میں ہے:

وتقبل شهادة واحد علی اٰخر کوبد وانثی ولو علی مثلهما . (درمختار، کتاب الصوم، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۱۴۸)

ایک کی گواہی دوسرے پر مثلاً غلام یا عورت کی شہادت اگرچہ اپنی ہی جیسے پر ہلال رمضان پر مقبول ہے جبکہ ایک کی گواہی وہاں مسموع ہونے کے قابل ہو جیسے بحالت ناصافی مطلع۔

ردالمحتار میں ہے:

لو شهدا علی شهادة رجل واحد هما یشهد بنفسه ایضالم یجز کذا فی المحیط السرخسی فتاوی الهندیة ولوشهد واحد علی شهادة نفسه وآخر ان علی شهادة غیره یصح وصرح به فی البزازیة (ردالمحتار، باب الشہادۃ علی الشہادۃ، مصطفے البابی مصر، ۴/۴۳۷) **اھ مختصرا**

اگر دو گواہوں نے ایک مرد کی شہادت پر شہادت کی اور ان میں خود بذاتہٖ گواہ ہے تو یہ جائز نہیں، ایسا ہی فتاوی عالمگیری میں محیط امام سرخسی سے ہے اور اگر ایک نے خود گواہی دی اور دوسرے دو نے اور شخص کی شہادت پر شہادت ادا کی تو یہ درست ہے، بزازیہ میں اس کی تصریح ہے۔

فتاویٰ عالمگیریہ میں ذخیرہ سے ہے:

ینبغی ان یذکر الفرع اسم الشاھد الاصل واسم ابیہ وجدہ حتی لو ترک ذلک فالقاضی لا یقبل شھادتھما کذا فی الذخیرۃ (فتاویٰ الہندیۃ، الباب الحادی عشر فی الشہادۃ علی الشہادۃ، نورانی کتب خانہ پشاور، ۳/۵۲۴)

گواہ فرع کو چاہیے کہ گواہ اصل اور اس کے باپ اور دادا کا سب کا نام ذکر کرے یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے گا تو حاکم اس کی گواہی قبول نہ کرے گا کذا فی الذخیرۃ۔

شہادۃ علی الشہادۃ میں یہ بھی ضرور ہے کہ اس کے مطابق حکم ہونے تک، گواہان اصل بھی اہلیت شہادت پر باقی رہیں اور شہادت کی تکذیب نہ کریں مثلاً گواہان فرع نے ابھی گواہی نہ دی یا دی اور اس پر ہنوز حکم نہ ہوا تھا کہ گواہان اصل سے کوئی گواہ اندھا یا گونگا یا مجنون یا معاذ اللہ مرتد ہو گیا یا کہا کہ میں نے توان گواہوں کو اپنی شہادت کا گواہ نہ کیا تھا یا غلطی سے گواہ کر دیا تھا تو یہ شہادت باطل ہو جائے گی۔ درمختار میں ہے:

تبطل شھادۃ الفرع بخروج اصلہ عن اھلیتھا کخرس وعمی، وبانکار اصلہ الشھادۃ کقولھم مالنا شھادۃ اولم نشھداواشھد نا ھم وغلطنا اھ مختصرا (درمختار، باب الشہادۃ علی الشہادۃ، مطبع مجتبائی دہلی، ۲/۱۰۰)

اصل شاھد کے اہلیت سے نکل جانے کے سبب سے فروع کی شہادت باطل ہو جاتی ہے مثلاً اصل شاہد گونگا یا نابینا ہو گیا یا اصل شاہد شہادت سے انکاری ہو، مثلاً ہم یوں کہیں کہ ہم گواہ نہیں یا ہم نے ان کو گواہ نہیں کیا یا ہم نے ان کو گواہ کیا اور غلط کہا۔

طریق سوم:

شہادۃ علی القضاء یعنی دوسرے کسی اسلامی شہر میں حاکم اسلام قاضی شرع کے حضور رؤیت ہلال پر شہادتیں گزریں اور اس نے ثبوت ہلال کا حکم دیا، دو شاہدان عادل اس گواہی اور حکم کے وقت حاضر دار القضاء تھے انھوں نے یہاں حاکم اسلام قاضی شرع یا وہ نہ ہو تو مفتی کے حضور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے فلاں حاکم کے حضور فلاں ہلال کی نسبت فلاں دن کی شام کو ہونے کی گواہیاں گزریں اور حاکم موصوف نے ان گواہیوں پر ثبوت ہلال مذکور شام فلاں روز کا حکم دیا، فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے:

لو شھد وا ان قاضی بلد کذ اشھد عندہ اثنان برؤیۃ الھلال فی لیلۃ کذا وقضی بشھادتھما جاز لھذا القاضی ان یحکم بشھادتھما لان قضاء

القاضی حجة وقد شهدوا به (فتح القدیر، کتاب الصوم، مکتبۂ نوریہ رضویہ سکھر، ۲/ ۲۴۳)

اگر گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شہر کے فلاں قاضی کے پاس فلاں رات میں چاند دیکھنے پر دو آدمیوں نے گواہی دی تو قاضی نے ان کی شہادت فیصلہ دے دیا ہے تو اس قاضی کے لئے ان دونوں کی شہادت کی وجہ سے فیصلہ دینا جائز ہے کیونکہ قضائے قاضی حجت ہے اور انہوں نے اس پر گواہی دی ہے۔

اسی طرح فتاوی قاضیخاں وفتاوی خلاصہ وغیرہما میں ہے۔

قلت وقیده فی التنویر تبعاً للذخیرة عن مجموع النوازل باستجماع شرائط الدعوی ووجهه العلامة الشامی بتوجیهین، لنا فی کل منهما کلام حققناه فیما علیه علقناه فراجعه ثمه فانه من الفوائد المهمة.

قلت تنویر میں ذخیرہ کی اتباع کرتے ہوئے مجموع النوازل کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے یہ قید لگائی کہ دعوی کے تمام شرائط کا پایا جانا ضروری ہے اور علامہ شامی نے اس کی دو توجیہات بیان کی ہیں ان میں سے ہر ایک پر ہمیں کلام ہے، اس کی پوری تفصیل ہم نے حاشیہ ردالمحتار میں بیان کر دی ہے وہاں سے ملاحظہ کریں وہ نہایت ہی اہم ہے۔

طریق چہارم:

کتاب القاضی الی القاضی یعنی قاضی شرع جسے سلطان اسلام نے فصل مقدمات کے لیے مقرر کیا ہو اس کے سامنے شرعی گواہی گزری اس نے دوسرے شہر کے قاضی شرع کے نام خط لکھا کہ میرے سامنے اس مضمون پر شہادت شرعیہ قائم ہوئی اور اس خط میں اپنا اور مکتوب الیہ کا نام ونشان پورا لکھا جس سے امتیاز کافی واقع ہو اور وہ خط دو گواہاں عادل کے سپرد کیا کہ یہ میرا خط قاضی فلاں شہر کے نام ہے وہ باحتیاط اس قاضی کے پاس لائے اور شہادت ادا کی کہ آپ کے نام یہ خط فلاں قاضی فلاں شہر نے ہم کو دیا اور ہمیں گواہ کیا کہ یہ خط اس کا ہے اب یہ قاضی اگر اس شہادت کو اپنے مذہب کے مطابق ثبوت کے لیے کافی سمجھے تو اس پر عمل کر سکتا ہے (اور بہتر یہ ہے کہ قاضی کاتب خط لکھ کر ان گواہوں کو سنا دے یا اس کا مضمون بتا دے اور خط بند کر کے ان کے سامنے سربمہر کر دے، اور اولی یہ کہ اس کا مضمون ایک کھلے ہوئے پرچے پر الگ لکھ کر بھی ان شہود کو دے دے کہ اسے یاد کرتے رہیں یہ آکر مضمون پر بھی گواہی دیں کہ خط میں یہ لکھا ہے اور سربمہر خط اس قاضی کے حوالے کریں یہ زیادہ احتیاط کے لیے ہے ورنہ خیر اسی قدر کافی ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد دو عورتیں عادل کو خط سپرد کر کے گواہ کر لے اور وہ باحتیاط یہاں لا کر

شہادت دیں) بغیر اس کے اگر خط ڈاک میں ڈال دیا یا اپنے آدمی کے ہاتھ بھیج دیا تو ہرگز مقبول نہیں اگرچہ وہ خط اسی قاضی کا معلوم ہوتا ہو اور اس پر اس کی اور اسکے محکمہ قضاء کی مہر بھی لگی ہو (اور یہ بھی ضرور کہ جب تک قاضی مکتوب الیہ کو پہنچے اور وہ اسے پڑھ لے اس وقت تک کاتب زندہ رہے اور معزول نہ ہو ورنہ اگر خط پڑھے جانے سے پہلے مرگیا یا برخاست ہوگیا تو اس پر عمل نہ ہوگا اور بحالت زندگی یہ بھی ضرور ہے کہ جب تک مکتوب الیہ اس خط کے مطابق حکم نہ کرلے اس وقت تک کاتب عہدہ قضاء کا اہل رہے ورنہ اگر حکم سے پہلے کاتب مثلاً مجنون یا مرتد یا اندھا ہوگیا تو بھی خط بیکار ہوجائے گا۔ درمختار میں ہے:

القاضی یکتب الی القاضی بحکمه وان لم یا یکن الخصم حاضرا لم وکتب الشهادة لیکم المکتوب الیه بها علی رائه وقرأ الکتاب علیهم اوعلمهم به وختم عند هم وسلم الیهم بعدکتابة عنوانه وهوان یکتب فیه اسمه واسم المکتوب الیه وشهر تهما واکتفی الثانی بان یشهد هم انه کتابه وعلیه الفتوی 'ویبطل الکتاب بموت الکاتب وعزله قبل القراء ةو بجنون الکاتب وردته وحده للقذف وعماه لخروجه عن الاهلیة وکذا بموت المکتوب الیه لخروجه عن الاهلیة الا اذاعمم ولا یقبل کتاب القاضی من محکم بل من قاض مولی منقبل الامام (درمختار، باب کتاب القاضی الی القاضی، مطبع مجتبائی دہلی، ۲/۸۴-۸۳) (ملخصاً)

ایک قاضی دوسرے قاضی کی طرف حکم نامہ لکھے' اگر خصم حاظر نہ ہو تو قاضی فیصلہ نہ کرے اور گواہی لکھ لے تاکہ قاضی مکتوب الیہ گواہی کے ذریعے اپنی رائے کے مطابق فیصلہ صادر کردے اور قاضی کاتب خط مذکورہ کو شہود پر پڑھے یا انہیں اس کے مضمون سے آگاہ کردے' پھر خط پر پتہ یوں تحریر کرے کہ اپنا اور مکتوب الیہ کا نام اور دونوں کی شہرت یعنی وہ لفظ یا لقب ضرور لکھے جس سے وہ مشہور ہوں۔ اور امام ابو یوسف نے اس پر اکتفاء کیا ہے کہ قاضی کاتب شاہدوں کو صرف اس پر گواہ کرلے کہ وہ اس کا خط ہے فتوی اسی قول پر ہے' اور خط پڑھے جانے سے قبل کاتب کی موت اور اس کی معزولی کے سبب باطل ہوجاتا ہے۔ اسی طرح قاضی کاتب کے مجنون' مرتد' محدود فی القذف اور نابینا ہوجانے پر بسبب نکل جانے اہلیت قضاء سے خط باطل ہوجاتا ہے، یوں ہی مکتوب الیہ قاضی کی موت سے سبب نکل جانے اہلیت قضا سے خط باطل ہوجاتا ہے مگر اس صورت میں مکتوب الیہ قاضی کی موت سے

خط باطل نہیں ہوتا جب کاتب قاضی تعیم کردے مثلاً یوں کہ جو وہاں کا قاضی ہو یہ خط اس کی طرف ہے، اور خط حکم کی طرف سے مقبول نہیں بلکہ اسی قاضی کی طرف سے مقبول ہے جو سلطان کی طرف سے معین ہو(ملخصاً)

درروغرر میں ہے:

لا یقبلہ ایضا الا بشھادۃ رجلین اور جل وامرأتین لان الکتاب قدیزور واذا الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخط فلایثبت الا بحجۃ تامہ. (دررغرر، باب کتاب القاضی الی القاضی، مطبعہ احمد کامل الکائنہ دار صادر بیروت،۲/ ۴۱۴)

تحریر مقبول نہ ہوگی مگر دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور خواتین کی گواہی کے بعد، کیونکہ تحریر میں جلسازی ہوجاتی ہے اور تحریر دوسری مشابہ ہوسکتی ہے اسی طرح مہر دوسری مہر کے مشابہ ہوسکتی ہے لہذا حجت کاملہ کے بغیر تحریر کا ثبوت نہ ہوگا۔

طریق پنجم:

استفاضہ یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو کہ احکام ہلال اسی کے یہاں سے صادر ہوتے ہیں اور خود عالم اور ان احکام میں علم پر عامل وقائم یا کسی عالم دین محقق معتمد پر اعتماد کا ملتزم وملازم ہے یا جہاں قاضی شرع نہیں تو مفتی اسلام مرجع عوام ومتبع الاحکام ہو کہ احکام روزہ وعیدین اسی کے فتوی سے نفاذ پاتے ہیں عوام کالانعام بطور خود عید ورمضان نہیں ٹھہرالیتے وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ فلاں دن بربنائے رؤیت روزہ ہوا یا عید کی گئی مجرد بازاری افواہ کہ خبر اڑگئی اور قائل کا پتہ نہیں۔ پوچھے تو یہی جواب ملتا ہے کہ سنا ہے یا لوگ کہتے ہیں' یا بہت پتا چلا تو کسی مجہول کا انتہا درجہ، منتہائے سند دو ایک شخصوں کے محض حکایت کہ انہوں نے بیان کیا اور شدہ شدہ شائع ہوگئی۔ ایسی خبر ہرگز استفاضہ نہیں بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں جو بالاتفاق وہ خبر دیں، یہ خبر اگرچہ نہ خود اپنی رؤیت کی شہادت ہے نہ کسی شہادت پر شہادت، نہ بالتصریح قضائے قاضی پر شہادت نہ کتاب قاضی پر شہادت، مگر اس مستفیض خبر سے بالیقین یا بہ غلبہ ظن ملتحق بالیقین وہاں رؤیت صوم وعید کا ہونا ثابت ہوگا اور جبکہ وہ شہر اسلامی اور احکام وحکام کی وہاں پابندی دوامی ہے تو ضرور مظنون ہوگا کہ امر بحکم واقع ہوا تو اس طریق سے قضائے قاضی کہ حجت شرعیہ ہے ثابت ہوجائی گی اور یہیں سے واضح ہوا کہ تاریک شہر جہاں نہ کوئی قاضی شروع نہ مفتی اسلام یا مفتی ہے مگر نااہل جسے خود احکام شرع کی تمیز نہیں جیسے آجکل کے بہت مدعیان خامکار، خصوصاً وہابیہ' خصوصاً غیر مقلدین وغیرہم فجار، یا بعض سلیم الطبع سنی ناقص العلم ناتجربہ کار، یا مفتی محقق معتمد عالم مستند ہے مگر عوام خودسر اس کے منتظر احکام نہیں، پیش خویش اپنے قیاسات فاسدہ پر جب چاہیں عید ورمضان

قرار دے لیتے ہیں، ایسے شہروں کی شہرت بلکہ تواتر بھی اصلاً قابل قبول نہیں کہ اس سے کسی حجت شرعیہ کا ثبوت نہ ہوا۔

درمختار میں ہے:

شھدوا انه شهد عند قاضی مصر کذا شاهدان برؤية الهلال وقضى به قضى القاضي بشهادتهما لان قضاء القاضي حجة وشهدوا به لا لو شهدوا برؤية غيرهم لا نه حكاية نعم لو استفاض الخبر فى البلدة الاخرى لزمهم على الصحيح من المذهب مجتبى وغيره (ملخصاً) (درمختار، کتاب الصوم، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۱۴۹)

دو گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شہر کے قاضی کے پاس چاند دیکھنے کی فلاں دو گواہوں نے گواہی دی ہے اور قاضی نے اس پر فیصلہ صادر فرمادیا ہے تو ان کی گواہی کی بنا پر یہ قاضی بھی فیصلہ دے سکتا ہے کیونکہ قاضی کی قضا حجت ہے اور اس پر وہ گواہ موجود ہیں البتہ اس صورت میں قاضی فیصلہ نہیں دے سکتا جب وہ دوسرے غیر کی رؤیت پر گواہی دیں کیونکہ یہ محض حکایت ہے، ہاں اگر خبر دوسرے شہر میں مشہور ہو جاتی ہو تو پھر صحیح مذہب کے مطابق ان پر روزہ لازم ہوگا، مجتبیٰ وغیرہ (ملخصاً)

ردالمحتار میں ہے:

هذا الا ستفاضة ليس فيها شهادة على قضاء قاض ولا على شهادة لكن لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها لان البلدة لا تخلو عن حاكم شرعى عادة فلا بد من ان يكون صومهم مبنيا على حكم حاكمهم الشرعى فكانت تللك الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور (ردالمحتار، کتاب الصوم، مصطفے البابی مصر، ۲/۱۰۲) الخ

یہ شہرت نہ تو قضاء قاضی پر شہادت ہے اور نہ ہی کسی اور شہادت پر، لیکن یہ خبر متواتر کے درجے پر فائز ہے اور اس سے یہ ثابت ہوا ہے کہ فلاں شہر کے لوگوں نے اس دن روزہ رکھا تو اس پر عمل لازم ہوگا کیونکہ ہر شہر عادۃً حاکم شرعی سے خالی نہیں ہوتا تو اب ان کا روزہ ان کے حاکم شرعی کے حکم کی بنا پر ہی ہوگا گویا وہ شہرت حاکم قاضی کا منقول ہونا ہے۔ الخ

اسی میں ہے:

قال الرحمتی معنی الاستفاضة ان تأتی من تلک بلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة انهم صاموا عن رؤیة لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعه کما قد تشیع اخبار یتحدث بها سائرا هل البلدة ولا یعلم من اشاعها کما وردان فی اخرالزمان یجلس الشیطان بین الجماعة ویتکلم بالکلمة فیتحدثون بها ویقولون لا ندری من قالها فمن هذا الا ینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت به حکم اھ قلت وهو کلام حسن ویشیرا لیه قول الذخیر ة اذا استفاض وتحقق فان التحقق لا یوجد بمجرد الشیوع . (ردالمحتار، کتاب الصوم، مصطفی البابی مصر،۲/۱۰۲)

امام رحمتی نے فرمایا: شہرت کا معنی یہ ہے کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور وہ تمام یہ اطلاع دیں کہ اس شہر میں لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے، محض ایسی افواہ سے نہیں جس کے پھیلانے والا موجود نہ ہو، جیسا کہ اکثر ہوتا رہتا ہے کہ بہت سی خبریں شہر میں پھیل جاتی ہیں اور ان کا پھیلانے والا معلوم نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آخری زمانے میں شیطان لوگوں کے درمیان بیٹھے گا اور بات کرے گا لوگ اسے بیان کریں گے اور کہیں گے ہم نہیں جانتے یہ بات کس نے کہی، تو ایسی باتیں تو سننا ہی مناسب نہیں چہ جائیکہ ان سے حکم ثابت کیا جائے گا اھ قلت یہ کلام بہت اچھا ہے اور اسی کی طرف قول ذخیرہ کا اشارہ ہے کہ جب خبر مشہور اور ثابت ہو، کیونکہ ثبوت محض افواہ کی بنا پر نہیں ہوتا۔

تنبیہ الغافل والوسنان علی احکام ہلال رمضان میں ہے:

لما کانت الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلک البلدة صاموا یوم کذالزم العمل بها لان المراد بها بلدة فیها حاکم شرعی الخ (تنبیہ الافل والوسنان، رسالہ من رسائل ابن عابدین الرسالۃ التاسعۃ، سہیل اکیڈمی لاہور،۱/۲۵۲)

جب چاند نظر آنے کی خبر، خبر متواتر کی طرح کی مشہور ہو، اور اس سے ثابت ہو جائے کہ فلاں شہر کے لوگوں نے چاند نظر آنے پر روزہ رکھا تو ایسی خبر پر لازم ہوگا جس میں حاکم شرعی ہو

گا۔الخ

دربارہ استفاضہ یہ تحقیق علامہ شامی کی ہے اوراس تقدیر پر وہ شرائط ضرور ہیں کہ صوم وعید بر بنائے حکم حاکم شرع عالم متبع ہوا کرتا ہو، اور ایک صورت یہ بھی متصور کہ دوسرے شہر سے جماعات کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں وہاں ہمارے سامنے لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے جن کا بیان مورث یقین شرعی تھا ظاہر اس تقدیر وہاں کسی ایسے حاکم شرع کا ہونا ضرور نہیں کہ رؤیت فی نفسہا حجت شرعیہ ہے۔

لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ عسلم صوموا الرؤیتہ وافطر والرؤیتہ (صحیح بخاری، باب اذا رأیتم الھلال فصوموا، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲۵۲/۱)

حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔

جب جماعت تواتر ،جماعت تواتر سے ان کی رؤیت کی ناقل ہے تو رؤیت بالیقین ثابت ہوگئی اور شہادت کی حاجت نہ رہی کہ اثبات احکام میں تواتر بھی قائم مقام شہادت ہے بلکہ اس سے اقوی ہے کہ شہادت برخلاف تواتر آئے تو رد کردی جائے اور نفی پر تواتر مقبول ہے اور شہادت نامسموع۔ عالمگیریہ میں محیط سے ہے:

ان وجد کلھم غیر ثقات یعتمد علی ذلک بتواتر الاخبار . (فتاوی الہندیۃ، الباب الثانی عشر فی الجرح والتعدیل، نورانی کتب خانہ کراچی، ۵۲۹/۳)

اگر وہ تمام غیر ثقہ ہوں تب بھی تواتر خبر کی بنا پر اعتماد کیا جائے گا۔

درمختار میں ہے:

شھادۃ النفی المتواتر مقبولۃ (درمختار، باب القبول وعدمہ، مطبع مجتبائی دہلی، ۹۸/۲)

نفی متواتر کی گواہی مقبول ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

فی النوادر عن الثانی شھدا علیہ بقول او فعل یلزم علیہ بذٰلک اجارۃ اوبیع او کتابۃ اوطلاق اوعتاق او قتل او قصاص فی مکان اوزمان او صفات فبرھن المشھود علیہ انہ لم یکن ثمہ یومئذ لا تقبل لکن قال المحیط فی الحادی والخمسین ان تواتر عند الناس وعلم الکل عدم

کونہ فی ذلک المکان والزمان لا تسمع الدعوی ویقضی بفراغ الذمۃ لانہ یلزم تکذیب الثابت بالضرورۃ (ردالمحتار، باب القبول وعدمہ، مصطفی البابی مصر، ۴/۴۳۱)

نوادر میں امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ دو گواہوں نے کسی کے خلاف اس کے قول یا فعل پر گواہی دی تو مکان وقت اور صفات کو بیان کرنے سے مدعا علیہ پر الزام ثابت ہو جائے گا۔ جب یہ گواہی اجارہ، بیع، کتابت، طلاق، عتاق، قتل اور قصاص سے متعلق ہو، اور اگر مشہور علیہ گواہ قائم کر کے ثابت کرے کہ اس دن وہ وہاں موجود نہ تھا تو پھر گواہی مقبول نہ ہو گی۔ لیکن محیط میں مسئلہ ۱۵ کے تحت کہا کہ اگر لوگوں سے متواتر ثابت ہو اور ہر کوئی جانتا ہو کہ یہ شخص اس وقت تک اس جگہ موجود نہ تھا تو اب دعوی قابل سماعت نہ ہو گا اور اسے بری الذمہ قرار دیا جائے گا ورنہ ثابت بالبداہت کی تکذیب لازم آئے گی۔

عقود الدریہ میں فتاوی صغری سے ہے:

البینۃ اذا قامت علی خلاف المشھود المتواتر لا تقبل وھوان یشتھر ویسمع من قوم کثیر لا یتصور اجتماعھم علی الکذب . (العقود الدریۃ، کتاب الشھادۃ ومطالبہ، ارگ بازار قندھار، ۱/۳۶۱)

جب مشہور متواتر کے خلاف گواہ قائم ہوں تو ان کی گواہی مقبول نہیں، مشہور متواتر وہ خبر ہے کہ اتنی کثیر قوم و کثیر لوگوں میں مشہور و مسموع ہو جن کا جھوٹا نہ ہونا متصور نہ ہو سکتا ہو۔

کلام علماء مثلاً قول مذکور ردمحتار کے:

لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری (درمختار، کتاب الصوم، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۱۴۹)

اگر دوسرے شہر میں خبر مشہور ہو جائے۔

اور قول ذخیرہ:

قال شمس الائمۃ الحلوانی الصحیح من مذھب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فیما بین اھل البلدۃ الاخری یلزمھم حکم ھذہ البلدۃ ا ھ وغیر ذلک . (ردالمحتار، بحوالہ الذخیرۃ، کتاب الصوم، مصطفی البابی مصر، ۲/۱۰۲)

شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ ہمارے احناف کا صحیح مسلک یہ ہے کہ جب خبر مشہور و متحقق ہو جائے تو اس شہر والوں پر بھی وہ حکم لازم ہو جاتا ہے۔

بلاشبہ اس صورت کو بھی شامل **واللہ تعالی اعلم با حکامہ**

طریق ششم:

اکمال عدت یعنی جب ایک مہینہ کے تیس دن کامل ہو جائیں تو ماہ متصل کا ہلال آپ ہی ثابت ہو جائیگا اگر چہ اس کے لیے رؤیت شہادت حکم استفاضہ وغیرہ کچھ نہ ہو کہ مہینہ تیس سے زائد کا نہ ہونا یقینی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین (صحیح بخاری، باب اذا رأیتم الھلال فصوموا، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲۵۲/۱) **رواہ الشیخان عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما**

اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس کی تعداد مکمل کرو۔ بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا ہے۔

یہ طریقہ صفائی مطلع کی حالت میں کافی ہے اگر چہ ہلال نظر نہ آئے جبکہ گزشتہ ہلال رویت واضحہ یا دو گواہان عادل کی شہادت سے ثابت ہولیا ہو، ہاں اگر ایک گواہ کی شہادت پر ہلال رمضان مان لیا اور اس حساب سے تیس دن آج پورے ہو گئے اور اب مطلع روشن ہے اور عید کا چاند نظر نہیں آتا تو یہ اکمال عدت کافی نہ ہوگا بلکہ صبح ایک روزہ اور رکھیں کہ اگلے ہلال کا ثبوت حجت تامہ سے نہ تھا اور باوصف صفائی مطلع تیس کے بعد بھی چاند نظر نہ آنا صاف گواہ ہے کہ اس گواہ نے غلطی کی اور جب کہ وہ ہلال حجت تامہ دو گواہوں عادل سے ثابت تھا تو آج بوصف صفائی مطلع نظر نہ آنا اس پر محمول ہوگا کہ ہلال بہت باریک ہے اور کوئی بخار قلیل المقدر خاص اسی کے سامنے حاجب ہے جسے صفائی عامہ افق کے سبب نظر صفائی مطلع گمان کرتی ہے یا اس کے سوا کوئی اور مانع خفی خلاف متعاد ہے ہاں اگر آج ابر وغبار ہے تو مطلقاً تیس پورے کر کے عید کر لیں اگر چہ ہلال رمضان ایک ہی شاہد کی شہادت سے مانا ہو کہ اب اس کی غلطی ظاہر نہ ہوئی۔ تنویر میں ہے:

بعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر وبقول عدل لا. (تنویر الابصار مع درمختار، کتاب الصوم، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۴۹/۱)

دو عادل گواہوں کی بنا پر رمضان کے روزے تیس ہو جانے پر عید الفطر جائز ہے اور ایک عادل کی شہادت پر جائز نہیں۔

در مختار میں ہے:

نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انه ان غم هلال الفطر حل اتفاقا (درمختار، شرح تنویر الابصار، کتاب الصوم، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۴۹/۱) الخ

ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا کہ اگر مطلع ابر آلود ہوا تو عید بالاتفاق جائز۔ الخ

وتمام تحقیقه فی ردالمحتار وما علقنا علیه .

اس کی تمام تفصیل رد المحتار اور اس پر ہمارے حاشیہ میں ہے۔

طریق ہفتم:

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے توپیں سننے کو بھی حوالی شہر کے دیہات والوں کے واسطے دلائل ثبوت ہلال سے گنا۔ ظاہر ہے یہاں بھی وہی شرائط مشروط ہوں گے کہ اسلامی شہر میں حکم شرع معتمد کے حکم سے انتیس کی شام کو توپوں کے فائر صرف بحالت ثبوت شرعی رؤیت ہلال ہوا کرتے ہوں کسی کے آنے جانے کی سلامی وغیرہ کا اصلاً احتمال نہ ہو ورنہ شہر اگرچہ اسلامی ہو مگر وہاں احکام شرعیہ کی قدر نہیں احکام جہال بے خبر یا نیچری یا رافضی وغیرہم بد مذہبوں کے حوالے ہیں جنہیں نہ قواعد شرعیہ معلوم نہ ان کے اتباع کی پروا، اپنی رائے ناقص میں جو آیا اس پر حکم لگا دیا، توپیں چل گئیں، تو ایسی بے سروپا باتیں کیا قابل لحاظ ہوسکتی ہیں کما لا یخفی، پھر جہاں کی توپیں شرعاً قابل اعتماد ہوں ان عمل اہل دیہات ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عند التحقیق خاص اس شہر والوں کو بھی ان پر اعتماد سے مفر نہیں کہ حاکم شرع کے حضور شہادتیں گزرنا اس کا ان پر حکم نافذ کرنا ہر شخص کہاں دیکھتا سنتا ہے بحکم حاکم اسلام اعلان عام کے لیے ایسی ہی کوئی علامت معہود معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں کے فائر یا ڈھنڈورا وغیرہ۔

اقول یہیں سے ظاہر ہوا کہ ایسے اسلامی شہر میں منادی پر بھی عمل ہوگا حتی کہ اس کی عدالت بھی شرط نہیں جبکہ معلوم ہو کہ بے حکم سلطانی ایسا اعلان نہیں ہوسکتا۔ عالمگیریہ میں ہے:

خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان او فاسقا کذا فی جواهر الاخلاطی) فتاوی ہندیۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الاول فی العمل بخبر واحد، نورانی کتب خانہ پشاور، ۳۰۹/۵)

سلطان کے منادی کی خبر مقبول ہوگی خواہ منادی عادل ہو یا فاسق، جیسا کہ جواہر اخلاطی میں ہے۔

رد المحتار میں ہے:

قلت والظاهر انه يلزم اهل القرى الصوم بسماع المدافع اورؤية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوابه، واحتمال كون ذلك لغير رمضان بعيد'اذلا يفعل مثل ذلك عادة فی ليلة الشك الالثبوت رمضان . (ردالمحتار، کتاب الصوم، مصطفی البابی مصر،۲/۹۹)

قلت اور ظاہر یہی ہے کہ اہل دیہات پر شہر سے توپوں کی آواز اور قندیلوں کو دیکھنے سے روزہ لازم ہوجاتا ہے کیونکہ یہ علامت ظاہرہ ہے اس سے غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے اور غلبہ ظن عمل کا موجب ہوتا ہے جیسا کہ فقہا نے اس پر تصریح کی ہے،اور یہ احتمال کہ عمل رمضان کے علاوہ کسی کام کے لیے ہو بعید ہے کیونکہ شک کی رات یہ عمل ثبوت رمضان کے علاوہ کسی اور کام کے لئے عادۃً نہیں ہوتا۔

منحۃ الخالق میں ہے

لم يزكروا عندانا العمل با لا مارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع فی زماننا' والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن المصر كاهل القرى ونحوها كما يجب العمل بها على اهل المصرالذين لم يروا الحاكم قبل شهادة الشهود وقد ذكر هذا الفرع الشافعية فصرح ابن حجرفی التحفة انه يثبت با لا مارة الظاهرة الدالة التی لا تتخلف عادة كرؤية القنا ديل المعلقة با لمنا بر قال ومخالفة جمع فی ذلك غير صحيحة ا ه (منحۃ الخالق علی البحر الرائق، کتاب الصوم قبیل باب مفسد الصوم، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی،۲/۲۷۰)

علماء نے یہ ذکر نہیں کیا کہ ہمارے نزدیک امارت ظاہر مثلاً ہمارے دور میں توپوں کا چلنا جو ثبوت ماہ پر دال ہیں، پر عمل لازم ہے،اور ظاہر یہی ہے کہ اس پر شہر سے غائب آواز سننے والے پر عمل واجب ہے مثلاً اہل دیہات وغیرہ پر جیسا کہ اس پر عمل کرنا ان اہل شہر کے لئے واجب ہے جنہوں نے گواہوں کی گواہی سے پہلے حاکم کو نہ دیکھا ہو،اور یہ جزئیہ شوافع نے بھی بیان کیا ہے ابن حجر نے تحفہ میں تصریح کی ہے کہ روزے کا ثبوت ان علامات ظاہرہ سے

ہو جاتا ہے جو عادۃً اس موقع پر معروف ہوں مثلاً مناروں پر معلق قنادیل روشن کا دیکھنا، اور کہا کہ ایک جماعت نے اس کی مخالفت کی ہے جو صحیح نہیں۔ اھ

تنبیہ در بارہ ہلال غیر رمضان شوال:

جہاں دوسرے شہر کی رؤیت سے یہاں حکم ثابت کیا جائے جیسے دوم سے پنجم تک چار طریقوں میں ان کے بارے میں علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے یہ ہے کہ اگر وہ دوسرا شہر اس شہر سے اس قدر مغرب کو نہ ہٹا ہو جس کے باعث رؤیت ہلال میں اختلاف پڑ سکے جب تو وہ طریقے ہر ہلال میں کام دیں گے ورنہ غیر رمضان وشوال میں معتبر نہ ہوں گے یعنی وہ شہر اس شہر سے اتنا غربی ہے جس کی مقدار بعض علماء نے یہ رکھی ہے کہ بہتر میل یا زیادہ اس کا طول شرقی اس کے طول شرقی سے کم ہو اور وہاں کی رؤیت ہلال ذی الحجہ پر مثلاً شہادت یا شہادت علی الشہادت یا شہادت علی القضا گزری یا کتاب القاضی یا خبر متواتر آئی تو یہاں اس پر عمل نہ ہوگا بلکہ اپنے ہی شہر یا اس کے قریب مواضع یا شرقی بلاد سے اگر چہ کتنے ہی فاصلے پر ہوں ثبوت آنے پر مدار رکھیں گے، اور نہ ملا تو تیس کی گنتی پوری کریں گے۔ ردالمحتار میں فرمایا:

يفهم من كلامهم في كتاب الحج اختلاف المطالع فيه فلا يلزمهم شئى لو ظهر انه رؤى في بلدة اخرى قبلهم بيوم وهل يقال كذلك في حق الا ضحية لغير الحجاج لم اره والظاهر نعم لان اختلاف المطالع انما لم يعتبر في الصوم لتعلقه بمطلق الرؤية وهذا بخلاف الاضحية فالظاهر انها كاوقات الصلوٰة يلزم كل قوم العمل بما عندهم فتجزى الا ضحية في اليوم الثالث عشروان كان علىٰ رؤيا غير هم هو الرابع عشر . (ردالمحتار، کتاب الصوم، مصطفی البابی مصر، ۲/۱۰۵)

کتاب الحج میں فقہاء کے کلام سے مفہوم ہے کہ حج میں اختلاف مطالع کا اعتبار ہے لہذا ان حجاج پر کوئی شئی لازم نہ ہوگی، اگر یہ ظاہر ہوا کہ فلاں شہر میں ایک دن پہلے چاند دیکھا گیا کیا یہی بات غیر حجاج کے لئے قربانی کے بارے میں کہی جا سکتی ہے یا نہیں؟ میرے مطالعہ میں اس کا جواب نہیں آیا لیکن ظاہر یہی ہے کہ معتبر ہے کیونکہ روزہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار لئے نہیں کیا جاتا کہ اس کا تعلق مطلق رؤیت سے ہے بخلاف قربانی کے، اس میں ظاہر یہی ہے کہ یہ اوقات نماز کی طرح ہے کہ ہر قوم پر اپنے اپنے وقت کے مطابق لازم ہوگی تو اس کی تیرھویں کی قربانی کافی ہو جائے گی اگر چہ غیر کی رؤیت کے مطابق وہ چودھویں ہو۔

اقول مگر صحیح اس کے خلاف ہے کلام علماء صاف مطلق وعام اور اس تخصیص میں بوجوہ کلام،

فان رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم علل اسقاط اعتبار الحساب ' بانا امة امية لا نكتب ولا نحسب . (صحیح بخاری، باب قول النبی ﷺ لانکتب ولا نحسب ،قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲۵۶/۱) **كما رواه الشيخان وابو داؤد والنسائی وغير هم عن ابن عمر رضی الله تعالی عنهما، وهذا العلة تعم الا هلة وهذا وان كان خلاف القياس فلا يمتنع الا لحاق به دلالة وان امتنع قياسا كما قد نص عليه العلماء ومنهم العلامة الشامی فی نفس هذا الكتاب، ولا شک ان ذاالحجة كا لفطر سواء بسواء وقد قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم الفطر يوم يفطر الناس والا ضحی يوم يضحی الناس** (الجامع للترمذی، باب ماجاء فی الفطر والاضحیٰ متی یکون ،امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی، ۱/ ۹۹) **اخرجه الترمذی بسند صحیح عن ام المومنين الصديقة رضی الله تعالی عنها وقال صلی الله تعالی علیه وسلم فطر کم يوم يفطرون واضحا کم يوم تضحون** (سنن ابی داؤد، کتاب الصیام باب اذا اخطاء القوم الہلال، مطبع مجتبائی دہلی، ۳۱۸/۱) **رواه ابو داؤد والبيهقی بسند صحيح عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه**

رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حساب وکتاب کی اسقاط کی علت یہ بیان فرمائی کہ ہم امی لوگ ہیں، لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں، جیسا کہ بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی وغیرہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہیا اور یہ علت تمام چاندوں کو شامل ہے اور یہ اگرچہ قیاس کے مخالف ہے لیکن دلالۃً الحاق سے مانع نہیں اگرچہ قیاساً مانع ہے جیسا کہ اس پر علماء نے تصریح کی ہے اور ان میں سے خود اس کتاب میں امام شامی نے بھی تصریح کی ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ذوالحجہ کا چاند بعینہ فطر کے چاند کے مطابق ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ فطر کا دن وہی ہے، جس دن لوگوں نے افطار کیا اور قربانی اسی دن ہے جس دن لوگوں نے قربانی دی۔ ترمذی نے اسے صحیح سند کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ

تعالی علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے تمہاری فطر کا دن وہ ہے جس میں تم افطار کرو، اور تمہاری اضحیٰ کا دن وہ ہے جس میں تم قربانی کرو۔ اسے ابوداؤد اور بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے۔

ثم اقول هذا كله كلام معه على تسليم ان النوط با لرؤية انما وردفى الصوم والفطر وليس كذٰلك بل قد ثبت كذٰلك فى الا ضحية فقد اخرج ابو داؤد والدارقطنى عن امير مكة الحارث بن حاطب رضى الله تعالى عنه قال عهد الينارسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان ننسك للرؤية فان لم نره وشهد شاهدا عدل نسكنا بشهادتهما قال الدارقطنى (سنن الدارقطنی، باب الشہادت علی رویۃ الہلال، نشر السنۃ ملتان، ۲/۱۶۷) هذا اسناد متصل صحيح فا نقطع مبنى البحث من راسه واستبان الحق ولله الحمد امامات مسكه به من مسئلة الحج فاقول لا حجة فيها فانهما فيمااری لدفع الحرج العظيم ونظيره ما فى التنوير والد رتبين ان الا مام صلى بغير طها رة تعاد الصلوٰة دون الا ضحية لان من العلماء من قال لا يعيد الصلوٰة الالا مام وحده فكان للاجتهاد فيه مسا غ زيلعى، كما لو شهدوا انه يوم العيد فصلوا ثم ضحوا ثم بان انه يوم عرفة اجزأتهم الصلوٰة والتضحية لانه لايمكن التحرز عن مثل هذاالخطاء فيحكم بالجوازصيانة لجمع المسلمين زيلعى (درمختار، کتاب الاضحیہ، مطبع مجتبائی دہلی، ۲/۲۳۲) اھ ملخصا مصححا ' ثم رايت بحمد الله التصريح به فى اللباب وشرحه بل فى نفس الشرح المتعلق به الدرالمختار حيث قال شهد وابعد الوقوف بوقوفهم بعد وقته لا تقبل شهادتهم والوقوف صحيح استحسانا حتى الشهود للحرج الشديد (درمختار، باب الہدی، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۱۸۳) الخ فقد ظهر الحق والحمد لله رب العالمين .

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) یہ تمام کلام اس صورت میں ہے جب یہ تسلیم ہو کہ رؤیت پر مدار صرف صوم اور فطر کے بارے میں وارد ہے حالانکہ ایسی بات نہیں بلکہ اسی طرح ثبوت تو

قربانی میں بھی ہے، امام ابوداؤد اور دار قطنی نے امیر مکہ حضرت حارث بن حاطب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس بارے میں یہ عہد لیا تھا کہ ہم چاند دیکھنے کی بنا پر قربانی کریں اور اگر ہم چاند نہ دیکھ سکیں اور دو عادل آدمی گواہی دے دیں تو ان کی شہادت کی بنا پر قربانی کریں۔ دار قطنی نے فرمایا اس کی سند متصل اور صحیح ہے تو بحث کی بنیاد ہی ختم ہوگئی اور حق واضح ہوگیا وللہ الحمد، رہا معاملہ حج سے استدلال، تو میں کہتا ہوں ہے کہ اس میں کوئی دلیل نہیں کیونکہ میرے خیال کے مطابق حج کا مسئلہ دفع حرج عظیم پر مبنی ہے اور اس کی نظیر تنویر اور در میں ہے کہ اگر واضح ہوگیا کہا امام نے بغیر طہارت کے نماز پڑھائی تو نماز لوٹائی جائیگی نہ کہ قربانی، کیونکہ بعض علماء نے یہ فرمایا کہ نماز کا صرف امام ہی اعادہ کرے، تو اب یہ مسئلہ اجتہادی قرار پایا، زیلعی۔ جیسا کہ گواہوں نے گواہی دی کہ یہ عید کا دن ہے تو لوگوں نے نماز پڑھی پھر قربانی دی، بعد میں واضح ہوا کہ یہ عرفہ کا دن تھا تو ان کی نماز اور قربانی جائز قرار دی جائے گی کیونکہ ایسی غلطی سے بچنا ممکن نہیں تو مسلمانوں کے اجتماع کے تحفظ کے پیش نظر جواز کا حکم یہی لگایا جائے گا زیلعی اھ مخلصاً مصححاً، بحمد للہ پھر میں نے اللباب اور اس کی شرح بلکہ خود شرح در مختار کے مسئلہ سے متعلق در مختار میں یہ تصریح دیکھی کہ اگر گواہوں نے وقوف عرفہ کے بعد گواہی دی کہ یہ وقوف وقت کے بعد ہوا ہے تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور حاجیوں کا وقوف استحساناً صحیح ہو گا یہاں تک کہ گواہوں کا وقوف بھی صحیح ہوگا ورنہ حرج شدید لازم آئے گا تو اب حق ظاہر ہو گیا والحمد للہ رب العالمین۔

غرض ثبوت ہلال کے شرعی طریقے یہ ہیں، ان کے سوا جس قدر طرق لوگوں نے ایجاد کئے محض باطل ومخذول و ناقابل قبول ہیں، خیالات عوام کا حصر کیا ہو مگر آج کل جہال میں غلط طریقے جو زیادہ رائج ہیں وہ بھی سات ہیں:

یکم:

حکایت رویت یعنی کچھ لوگ کہیں سے آئے اور خبر دی کہ وہاں فلاں دن چاند دیکھا گیا وہاں کے حساب سے آج تاریخ یہ ہے ظاہر ہے کہ یہ نہ شہادت رویت ہے کہ انھوں نے خود نہ دیکھا، نہ شہادت علی الشہادت کہ دیکھنے والے ان کے سامنے گواہی دیتے اور انھیں اپنی گواہیوں کا حامل بناتے اور یہ حسب قواعد شرعیہ یہاں شہادت دیتے بلکہ مجرد حکایت جس کا شرع میں اصلاً اعتبار نہیں اگر چہ یہ لوگ بھی ثقہ معتمد ہوں اور جن کا دیکھنا بیان کریں وہ بھی ثقہ مستند ہوں نہ کہ جہال، جہال

میں تو یہ رائج ہے کہ کوئی آئے، کیسا ہی آئے، کسی کے دیکھنے کی خبر لائے اگرچہ خود اس کا نام بھی نہ بتائے بلکہ سرے سے اس سے واقف ہی نہ ہو، ایسی مہمل خبروں پر اعتماد کرلیتے ہیں۔ فتح القدیر و بحرالرائق و عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

لو شھد جماعۃ ان اھل بلدۃ کذار أوا ھلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا وھذا الیوم ثلثون بحسابھم ولم یرھٰؤلاء الھلال لایباح فطرغدو لاترک التراویح فی ھذہ اللیلۃ لانھم لم یشھدوبالرؤیۃ ولا علی شھادۃ غیرھم وانما حکوا رؤیۃ غیرھم. (فتاوی ہندیۃ، الباب الثانی فی رویۃ الھلال، نورانی کتب خانہ پشاور، ۱/۱۹۹) (بحرالرائق، کتاب الصوم، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۲/۲۷۰)

اگر کسی جماعت نے گواہی دی کہ فلاں شہر کے لوگوں نے تم سے ایک دن پہلے چاند دیکھا اور انھوں نے روزہ رکھا ہے اور یہ دن ان کے حساب سے تیسواں بنتا ہو اور ان لوگوں نے چاند نہیں دیکھا تھا تو ان کے لیے آئندہ کل افطار کی اجازت نہیں اور نہ یہ اس رات تراویح چھوڑ سکتے ہیں کیونکہ گواہوں نے نہ تو رویت پر گواہی دی اور نہ ہی غیر کی رویت پر شہادت دی بلکہ انھوں نے رویت غیر کی حکایت کی ہے۔

دوم:

افواہ، شہر میں خبر اڑ جاتی ہے کہ فلاں جگہ چاند ہوا، جاہل اسے تواتر و استفاضہ سمجھ لیتے ہیں حالانکہ جس سے پوچھئے سنی ہوئی کہتا ہے، ٹھیک پتا کوئی نہیں دیتا، یا منتہائے سند صرف دو ایک شخص ہوتے ہیں اسے استفاضہ سمجھ لینا محض جہالت ہے، اس کی صورتیں وہ ہیں جو ہم نے طریق پنجم میں ذکر کیں۔ منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق میں ہے:

اعلم ان المراد بالا ستفاضۃ تواتر الخبر من الواردین من بلدۃ الثبوت الی بلدۃ التی لم یثبت بھا، لا مجرد الاستفاضۃ لا نھا قد تکون مبنیۃ علی اخبار رجل واحد مثلاً فیشیع الخبر عنہ ولا شک ان ھذا لا یکفی بدلیل قولھم اذا استفاض الخبر وتحقق فان التحقق لا یکون الا بما ذکرنا. (منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق، کتاب الصوم، قبیل باب مایفسد الصوم، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۲/۲۷۰)

واضح ہو کہ شہرت سے مراد چاند ثابت ہونے والے شہر سے دوسرے شہر میں آنے والے

لوگوں کی خبر کا تواتر ہے محض شہرت کافی نہیں کیونکہ بعض اوقات کسی ایک آدمی کی خبر کی بناء پر مشہور ہو جاتا ہے اور یہ بلا شبہ کافی نہ ہوگی کیونکہ فقہاء کا قول یہ ہے کہ جب خبر مشہور اور متحقق ہو کیونکہ تحقق مذکورہ بات کے علاوہ ہو ہی نہیں سکتا۔

فقیر کو بارہا تجربہ ہوا کہ ایسی شہرتیں محض بے سروپا نکلتی ہیں اسی ذی الحجہ میں خبر شائع ہوئی کہ آنولے میں چاند ہوا ہے وہاں عام لوگوں نے دیکھا اور فقیر کے ایک خاص دوست کا نام بھی لیا گیا، وہ آئے اور خود اپنی رؤیت اور وہاں سب کا دیکھنا بیان کرتے تھے، فقیر نے ان کے پاس ایک معتمد بھیجا وہاں سے جواب ملا کہ یہاں ابر غلیظ تھا نہ میں نے دیکھا اور نہ کسی اور نے دیکھا، پھر خبر اڑی کہ شاہجہان پور میں تو ایک ایک شخص نے دیکھا فقیر نے وہاں بھی اپنا معتمد بھیجا انھوں نے فرمایا اس کا حال میں آپ کو مشاہدہ کرائے دیتا ہوں ان کا ہاتھ پکڑ کر شہر میں گشت کیا، دروازہ دروازہ دریافت کرتے پھرتے عید کب ہے، کہا جمعہ کی، کہا کہ چاند دیکھا کہا کہ دیکھا تو نہیں، کہا پھر کیوں؟ اس کا جواب کچھ نہ تھا، شہر بھر سے یہی جواب ملا، صرف ایک شخص نے کہا میں نے منگل کو چاند دیکھا تھا اور میرے ساتھ فلاں فلاں صاحب نے بھی۔ اب یہ عالم مع ان معتمد کے دوسرے صاحب کے پاس گئے ان سے دریافت کیا کہا وہ نشہ کا تھا اور خود ان دونوں صاحبوں کے ساتھ ان گواہوں کے پاس آئے اب یہ بھی پلٹ گئے کہ ہاں کچھ یاد نہیں۔ پھر خبر گرم ہوئی کہ رامپور میں چاند دیکھا گیا اور جمعہ کی عید قرار پائی، فقیر نے دو ثقہ شخصوں کو وہاں کے دو علمائے کرام اپنے احباب کے پاس بھیجا معلوم ہوا کہ وہاں بھی ابر تھا کسی نے بھی نہ دیکھا، بارے اتنا معلوم ہوا کہ وہاں دو شخص دہلی سے دیکھ کر آئے ہیں ان علماء نے ان دو شاہدوں کو بلا کر ان دو ثقات کے سامنے شہادت دلوائی اور جو الفاظ فقیر نے انھیں لکھوا دئے تھے وہ ان سے کہلوا کر ان کو تحمیل شہادت کرائی اور دونوں عالم صاحبوں نے خود ان دونوں شہود اصل کا تزکیہ کیا، اب ان دونوں فرع نے یہاں آکر شہادت علی الشہادت حسب قاعدہ شرعیہ دی اس وقت فقیر نے عید کا فتوی دیا، دیکھئے افواہ اخبار کی یہ حالت ہوتی ہے، **ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم**۔

سوم:

خطوط واخبار، بڑی دوڑ یہ ہوتی ہے کہ فلاں جگہ سے خط آیا، فلاں اخبار میں یہ لکھا پایا، حالانکہ ہم طریق چہارم میں بیان کر چکے ہیں کہ حاکم شرع کا خاص مہری دستخطی خط جس پر خود اس کی اور محکمہ دار القضاء کی مہر لگی اور اس کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہو، اور یہاں بھی حاکم شرع کے نام آئے، ہرگز بغیر دو شاہدوں کے عادل کے جنہیں لکھ کر اپنی کتاب کا گواہ بنا کر خط سپرد کیا اور یہاں انہوں نے حاکم شرع کو دے کر شہادت ادا کی ہو، مقبول نہیں، پھر یہ ڈاک کے پرچے کیا قابل التفات ہو سکتے ہیں، اور اخباری خبریں گپیں تو اصلاً نام لینے کے بھی قابل نہیں۔ درمختار میں ہے: **لا یعمل بالخط** (درمختار، باب کتاب القاضی الی القاضی، مطبع مجتبائی دہلی، ۸۳/۲) (خط پر عمل نہیں کیا جائے گا۔) ہدایہ میں ہے: **الخط یشبه الخط فلم یحصل العلم**

(ہدایہ، باب کتاب القاضی الی القاضی، مطبع یوسفی لکھنو، ۱۳۹/۳)(تحریر، دوسری تحریر کے مشابہ ہوسکتی ہے تو علم قطعی حاصل نہ ہوا۔)

چہارم:

تار، یہ خط سے بھی زیادہ بے اعتبار، خط میں کاتب کے ہاتھ کی علامت تو ہوتی ہے، یہاں اس قدر بھی نہیں، تو اس پر عمل کو کون کہے گا مگر اجہل سا اجہل جسے علم کے نام سے بھی مس نہیں، فقیر نے اس کے رد میں ایک مفصل فتوی لکھا اور بحمد اللہ تعالی اس پر ہندوستان کے بکثرت علماء نے مہریں کیں کلکتے میں چھپ کر شائع ہوا تھا، گنگوہی ملا نے اپنے ایک فتوی میں تار کی خبر اسباب میں معتبر ٹھہرائی اور اسے تحریر خط پر قیاس کیا تھا کہ تار کی خبر مثل تحریر خط کی خبر کے ہے کیونکہ تحریر میں حروف اصطلاحی ہیں جس سے مطلب معلوم ہوجاتا ہے خواہ بحرکت قلم پیدا ہوں خواہ کسی لاٹھی یا بانس طویل کی حرکت سے (الی قولہ) بہر حال خبر تار کی مثل خط ہے اور معتبر ہے" یعنی خط میں قلم سے لکھتے ہیں تار دینا ایسا ہے کہ کسی بڑے بانس سے جو ہزاروں کوس لمبا ہے لکھ دیا تو جیسے وہ معتبر ہے ویسے ہی یہ" بلکہ یہ تو زیادہ معتبر ہونی چاہیے کہ وہاں چھوٹا سا قلم ہے اور یہاں اتنا بڑا بانس، تو اعتبار بھی اسی نسبت بڑھنا چاہیے، شملہ بہ مقدار قلم قیاس تو اچھا بڑا تھا مگر افسوس کہ شوشہ محض بیہودہ ناکام رہا۔ اولاً خط اور تار میں جو فرق ہیں ہم نے اپنے فتوی مفصلہ میں ذکر کیے جو اس قیاس کو از بیخ برکندہ کرتے اور ان سے قطع نظر بھی کیجیے تو بحکم شرع خط ہی پر عمل حرام، پھر اس بانس کے قیاس کا کیا کام، حکم مقیس علیہ میں باطل ہے تو مقیس آپ ہی عاری و عاطل ہے، مولوی صاحب لکھنوی نے اپنے فتوی میں خط و تار کو بے اعتبار ہی ٹھہرایا اور اس حکم میں حق کی موافقت کی مگر یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ خبر تار یا خط بدرجہ کثرت پہنچ جائے تو اس پر عمل ہوسکتا ہے، اسے استفاضہ میں داخل سمجھنا صریح غلط، استفاضے کے معنے جو علماء نے بیان فرمائے تھے وہ تھے کہ طریق پنجم میں مذکور ہوئے، متعدد جماعتوں کا آنا اور یک زبان بیان کرنا چاہیے، یہاں اگر متعدد جگہ سے خط یا تار آئے بھی تو اولاً وہ ان وجوہ ناجوازی سے جنہیں ہم نے اس فتوی میں مفصلاً ذکر کیا ہرگز بیان مقبول کے سلسلے میں نہیں آسکتے، ڈاک کے منشی، تار کے بابو، چٹھی رساں اکثر کفار یا عموماً مجاہیل یا فساق فجار ہوتے ہیں، اور بفرض باطل آئیں بھی تو یہ تعداد مخبر عنہ میں ہوا نہ کہ مخبرین میں کہ یہاں تار لینے والے بابو اگر مسلمان ثقہ ہوں بھی تو ہرگز اتنی جماعات متعددہ نہ ہوں گی جن کی اخبار پر یقین شرعی حاصل ہو بلکہ عامہ بلاد میں صرف دو ایک ہی تار گھر ہوتے اور صدر ڈاک خانہ تو ایک ہی ہوتا ہے اگرچہ بڑے شہر میں تقسیم کے لئے دو چار برانچ اور بھی ہوں، بحر حال یہ خط یا تار ہم کو تو معدود ہی شخصوں کے ذریعہ سے ملیں گے پھر استفاضے سے کیا علاقہ ہوا، کیا اگر زید آکر کہہ دے کہ فلاں جگہ لاکھ آدمیوں نے چاند دیکھا تو یہ خبر مستفیض کہلائے گی **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

پنجم:

جنتریوں کا بیان، کہ فلاں دن پہلی ہے، اول بعض علمائے شافعیہ وبعض معتزلہ وغیرہم کا خیال اس طرف گیا تھا کہ مسلمان عادل منجموں کا قول اس بارے میں معتبر ہوسکتا ہے اور بعض نے قید لگائی تھی کہ جب ان کی ایک جماعت کثیر یک زبان بیان کرے کہ فلاں مہینے کی یکم فلاں روزہ ہے تو مقبول ہونے کے قابل ہے اگرچہ واجب العمل کسی کے نزدیک نہیں، مگر ہمارے ائمہ کرام اور جمہور محققین اعلام اسے اصلاً تسلیم نہیں فرماتے اور اس پر عمل جائز ہی نہیں رکھتے اور یہی حق ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح حدیث میں یہاں قول منجمین سے قطع نظر وعدم لحاظ کی تصریح فرما چکے، پھر اب اس پر عمل کا کیا محل۔ درمختار میں ہے:

لا عبرة بقول الموقتين ولو عدولا على المذهب . (درمختار، کتاب الصوم، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۴۸/۱)

صحیح مذہب کے مطابق اہل توقیت کا قول معتبر نہیں اگرچہ وہ عادل ہو۔

ردالمحتار میں ہے:

بل في المعراج لا يعتبر قولهم بالاجماع ولا يجوز للمنجم ان يعمل بحساب نفسه . (ردالمحتار، کتاب الصوم، مصطفے البابی مصر، ۱۰۰/۲)

بلکہ معراج میں ہے کہ اہل توقیت کا قول بالاجماع معتبر نہیں اور منجمین کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے حساب پر عمل پیرا ہوں۔

جب منجمین مسلمین ثقات عدول کے بیان کا یہ حال تو آج کل کی جنتریوں جو عموماً ہنود وغیرہم کفار شائع کرتے ہیں یا بعض نیچری نام کے مسلمان یا بعض مسلمان بھی، تو وہ بھی انہی ہندوانی جنتریوں کی پیروی سے کیا قابل التفات ہوسکتی ہیں؟ فقیر نے بیس برس سے بڑی بڑی نامی جنتریاں دیکھیں، اول مصرانی ہیئت ہی ناقص ومختل ہے پھر ان جنتری سازوں کو اس کی بھی پوری تمیز نہیں، تقویمات کواکب میں وہ وہ سخت فاش غلطیاں دیکھنے میں آئیں جن میں کوئی سمجھدار بچہ بھی نہ پڑتا پھر یہ کیا اور ان کی جنتری کیا، اور ان کی دوج اور پروا کی کسے پروا!

ششم :

قیاسات وقرائن، مثلاً چاند بڑا تھا روشن تھا دیر تک رہا تو ضرور کل کا تھا، آج بیٹھ کر نکلا تو ضرور پندرھویں ہے، اٹھائیسویں کو نظر آیا تھا مہینہ تیس کا ہوگا، اٹھائیسویں کو بہت دیکھا نظر نہ آیا مہینہ انتیس کا ہوگا۔ یہ قیاسات تو حسابات کی وقعت بھی نہیں رکھتے، پھر ان پر عمل محض جہل وزلل۔ حدیث میں ہے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اقتراب الساعة انتفاخ الاهلة . (المعجم الکبیر الطبرانی، حدیث ۱۰۴۵۱، المکتبة

الفیصلیۃ بیروت،۱۰/۲۴۴)رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ .

قربِ قیامت کی علامت سے ہے کہ ہلال پھولے ہوئے نکلیں گے۔یعنی دیکھنے میں بڑے معلوم ہوں گے۔اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اقتراب الساعۃ ان یری الھلال قبلا ویقال ھو للیلتین (کنز العمال،بحوالہ طبرانی اوسط،حدیث ۳۸۴۷۰،مؤسسۃ الرسالۃ بیروت،۱۴/۲۲۰).رواہ فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالی عنہ

علاماتِ قیامت سے ہے کہ چاند بے تکلف نظر آئے گا کہا جائے گا کہ دو رات کا ہے(اسے طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ابوالبختری سعید بن فیروز سے ہے:

قال خرجنا للعمرۃ فلما نزلنا ببطن نخلۃ قال تراء ینا الھلال فقال بعض القوم ھو ابن ثلاث وقال بعض القوم ھو ابن لیلتین فقال ای لیلۃ رأیتموہ قال قلنا لیلۃ کذا و کذا، فقال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مدہ للرؤیۃ فھو اللیلۃ رأیتموہ .(صحیح مسلم،باب بیان انہ لا اعتبار بکبر الھلال وصغرہ، قدیمی کتب خانہ کراچی،۱/۳۴۸)

ہم عمرے کو چلے جب بطن نخلہ میں اترے ہلال دیکھا،کوئی بولا کہ تین رات کا ہے،کسی نے کہا دو رات کا،عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے ملے ان سے عرض کی ہم نے ہلال دیکھا،کوئی کہتا ہے تین شب کا مدار ہے کوئی دو شب کا۔فرمایا:تم نے کس رات دیکھا؟ہم نے کہا کہ فلاں شب۔کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس کا مدار رؤیت پر رکھا ہے تو وہ اسی رات کا ہے جس رات نظر آیا۔

ہفتم:

کچھ استقرائی کچھ اختراعی قاعدے،مثلاً رجب کی چوتھی رمضان کی پہلی ہوگی۔رمضان کی پہلی ذی الحجہ کی دسویں

ہوگی۔ اگلے رمضان کی پانچویں اس رمضان کی پہلی ہوگی۔ چار مہینے برابر تیس تیس کے ہو چکے ہیں یہ ضرار انتیس کا، تین پے در پے انتیس کے ہوئے ہیں یہ ضرور تیس کا ہوگا۔ ان کا جواب اسی قدر میں ہے:

ما انزل الله بها من سلطان (القرآن الکریم، ۱۲/۴۰)

حق سبحانہ نے ان باتوں پر کوئی دلیل نہ اتاری۔ وجیز امام کردری میں ہے:

شهر رمضان جاء يوم الخميس لا يضحى ايضافى يوم الخميس مالم يتحقق انه يوم النحر وما نقل عن على رضى الله تعالى عنه ان يوم اول الصوم النحر ليس بتشريع كلى بل اخبار عن اتفاقى فى هذا السنة و كذاما هوالرابع من رجب لايلزم ان يكون غرة رمضان بل قديتفق. (فتاویٰ بزازیہ علی حاشیہ فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، الفصل الاول، نورانی کتب خانہ کراچی، ۴/۹۶)

رمضان کا مہینہ جمعرات کو شروع ہوا تو یوم خمیس کو قربانی جائز نہ ہوگی جب تک اس بات کا ثبوت نہ ہو جائے کہ یہ قربانی کا دن ہے، اور جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ روزہ کا پہلا دن عید کا دن ہوتا ہے، یہ شریعت کا قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ اس سال اتفاقاً ایسا ہو جانے کا بیان ہے۔ اسی طرح جو رجب کا چوتھا دن ہے لازم نہیں وہ رمضان کا پہلا دن ہو، ہاں کبھی ایسا اتفاقاً ہو جاتا ہے۔

خزانۃ المفتین میں فتاوی کبری سے ہے:

ما يرى ان يوم نحركم يوم صومكم كان وقع ذلك العام بعينه دون الا بدلان من اول يوم رمضان الى غرة ذى الحجة ثلاثة اشهر فلا يوافق يوم النحر يوم الصوم الا ان يتم شهران من الثلثة وينقص الواحد فاذا تمت الشهور الثلثة تتأخر عنه واذا انقصت الشهور الثلثةاوشهران تقدم عليه فلا يصح الاعتمادعلى هذا. (خزانۃ المفتین)

یہ جو مروی ہے کہ تمہاری عید کا دن تمہارے روزے کا دن ہے، یہ ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ معین سال میں ایسا واقع ہوا تھا کیونکہ رمضان کے پہلے دن سے لے کر ذوالحجہ کے پہلے دن تک تین ماہ ہوتے تو یوم نحر اور یوم صوم میں موافقت نہیں ہو سکتی مگر اس صورت میں کہ جب ان تین ماہ میں سے دو کامل ہوں اور ایک ناقص، اب اگر تینوں ماہ کامل ہوتے ہیں تو اس

سے تاخر ہوگا اور اگر تین یا دو ناقص ہو جاتے ہیں تو پھر اس پر تقدم ہوگا لہذا اس پر اعتماد درست نہیں۔

یہ کلام اجمالی بقدر کفایت ہے اوران حکام کی تفصیل تام رسائل ومسائل فقیر میں ہے **وبا للہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم۔**